AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
المصباح ریسرچ جرنل
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.
Volume III, Issue III
Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index
Category Y
Link: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article: جارن ریوزن اور ڈیوڈ کار کے نظری مباحث کی روشنی میں تاریخی بیانیے کی ادبی نوعیت: تجزیاتی مطالعہ

Authors & Affiliations:
[1]Dr. Afshan Batool
C.T.I, Government Degree College for Women, Timan, Chakwal.
[2]Dr. Ghulam Fareeda
Assistant Professor, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Email Add:
[1]afshan.phdurdu60@iiu.edu.com
[2]ghulamfarida89@gmail.com

ORCID ID:
[1]https://orcid.org/0009-0007-1700-3215
[2]https://orcid.org/0000-0002-7824-2750

Published: 27-09-2023

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.10472290

Citation: Dr. Afshan Batool, and Dr. Ghulam Fareeda. 2023. “ جارن ریوزن اور ڈیوڈ کارکے نظری مباحث کی روشنی میں تاریخی بیانیے کی ادبی نوعیت :تجزیاتی مطالعہ: ANALYTICAL STUDY OF LITERARY NATURE OF HISTORICAL NARRATIVE IN THE LIGHT OF JORN RUSEN AND DAVID CARR’S THEORETICAL DISCUSSIONS”. AL MISBAH RESEARCH JOURNAL, September, 159-71.

Copyright’s info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Published By: Research Institute of Culture and Ideology, Islamabad.

Indexation’s
ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
ROOTINDEXING
Google Scholar

REINCI

جارن ریوزن اور ڈیوڈ کار کے نظری مباحث کی روشنی میں تاریخی بیانیے کی ادبی نوعیت: تجزیاتی مطالعہ

ANALYTICAL STUDY OF LITERARY NATURE OF HISTORICAL NARRATIVE IN THE LIGHT OF JORN RUSEN AND DAVID CARR'S THEORETICAL DISCUSSIONS

*Dr. Afshan Batool
**Dr. Ghulam Fareeda

ABSTRACT

In the late 20th century, a significant change occurred in the historical perception of historians. This change involved the intensive utilization of literary resources in historical studies, leading historians to accept the collaboration between history and literature. They found it challenging to ignore that when they narrate events, the narration of events follows the rules of "Narrative" and "Narrative" is a linguistic method of creating meaning. German historian Jorn Rusen (1938) has discussed the literary nature of historical narrative in his book *History, Narration, Interpretation, Orientation*. Rusen has talked about the Subjective description of objective facts in historical narratives. He has also described four types of historical narrative: Traditional, exemplary, critical, and genetic. While possessing distinct characteristics, these narratives do not mutually annul one another; rather, they share an enduring interconnection. Throughout the historical continuum, these four narratives converge, collectively offering a historical framework for practical life's evolution. It is asserted that the presence of imagination in depicting historical facts is crucial, emphasizing a shift in modern historical studies away from traditional, objective approaches. Contemporary methods of historians prioritize subjectivity in historical narratives. This article aims to explore the relationship between history and literature because the current principles of shaping historical consciousness are inherently aesthetic and linguistic.

Keywords: Historians, Jorn Rusen, Interpretation, Orientation, Consciousness, David Carr, Imagination.

تاریخ نگاری ایک مستحکم علمی طریق کار ہے، جس کی اپنی ایک طویل روایت موجود ہے۔ تاریخی مطالعات ہمیشہ سچائی کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر تاریخ نویسی محض گذرے ہوئے واقعات کی جمع بندی نہیں ہوتی بلکہ اس کو بیان کرنے کے کچھ پیمانے اور فکری و فنی تقاضے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق کی جانچ پرکھ کے لیے تاریخ کے مخصوص منہج استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ تاریخی عمل کو سائنس کے طور پر متعارف کرواتے

* C.T.I, Government Degree College for Women, Timan, Chakwal.
** Assistant Professor, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Dec-2023.
Page no: 159-171

ہیں، جو کہ حقائق کی تحقیق میں زیادہ مہارت کا تقاضا کرتے ہیں۔ علمی طریق کار کی حیثیت سے تاریخ کے جدید مطالعات تاریخی صداقت کے اعتبار سے روایتی انداز سے الگ ہو جاتے ہیں کیوں کہ موجودہ دور میں تیزی سے بدلتے ہوئے سماجی سائنس کے نظریات نے تاریخ نگاری کے سیاق و سباق کو بھی تبدیل کرتے ہوئے اس کی تنظیم نو کی ہے۔ بیسویں صدی کے وسط سے لے کر اکیسویں صدی کے آغاز تک کی تاریخ نگاری کی خصوصیات کا موازنہ کیا جائے تو مؤرخین کے تاریخی ادراک، تاریخی علوم، ان کی حیثیت اور تاریخی واقعات کے بیان کے انداز میں بھی نمایاں تبدیلی دیکھی جا سکتی ہے۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دہائیوں میں تاریخی متون کی تشریحات کے بارے میں سنجیدہ مباحث منظر عام پر آئے جن میں تاریخ نویسی کے بہتر تصورات پیش کیے گئے اور آئندہ کے لیے نیا لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔ ماہرین کے یک موضوعی مقالات اور مضامین نے نہ صرف مؤرخین کو درپیش چیلنجز پر روشنی ڈالی، بلکہ ان چیلنجز کے ردِ عمل کو بھی نمایاں کیا۔ تاریخ کے سامنے جدیدیت کے بعد بنیادی چیلنج تاریخی صداقت کے ادراک کے حوالے سے تھا، جس کا نتیجہ ماضی کی مناسب تعمیر نو کی شکل کے طور پر سامنے آیا۔ ان مباحث میں تاریخی تفہیم کی ممکنہ گہرائی، معروضیت اور سکالرز کے اپنائے گئے طریق کار کو نئے تناظر میں سامنے لایا گیا۔ تاریخ نگاری میں علمی پیشہ ورانہ مہارت اور تاریخی سچائی کے دعوے کا آپس میں جو بہت گہرا تعلق ہے، اسے تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ مؤرخ کو اب متون کو نئے سرے سے اور قریب سے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، تاکہ پوشیدہ معانی کو ظاہر کیا جا سکے۔ ثانوی و بنیادی ذرائع کی زبان میں ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے تاریخ نگاری کے اصول و ضوابط اور طریق کار کا از سر نو تجزیہ کیا گیا۔[۱]

بیسویں صدی کے آخر میں رونما ہونے والی تبدیلیوں میں سے واضح تبدیلی یہ تھی کہ تاریخی علوم میں ادبی وسائل کا گہرا استعمال کیا گیا اور اس سلسلے میں معاصر ادبی علوم کے طریقے اور نظریات مستعار لیے گئے۔ دراصل نظریات ایسے بیانات ہوتے ہیں جو پیچیدہ طریقے سے ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں اور ان میں اعلیٰ درجے کی عمومیت پائی جاتی ہے۔ بلاشبہ تمام علوم (خواہ وہ ادبی ہوں یا سماجی و ثقافتی) میں نظریات سائنسی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیوں کہ سائنسی علم بذاتِ خود نظریاتی صلاحیت کا حامل ہوتا ہے، لیکن قدیمی دور میں جب بھی ثقافتی مطالعات میں نظریہ سازی کی کوشش کی گئی تو تاریخی علوم میں یہ عمل ناممکن تصور کیا گیا۔ تاریخی علوم کے ماہرین نے روایتی تاریخ نگاری کے ڈھانچے اور تحقیقی کاموں کے بارے میں قائم کردہ خیالات پر نظر ثانی کرنے پر زور دیا۔ تاریخ اور ادب کا اشتراک مان لینے کے بعد مؤرخین کے لیے سائنس اور تاریخ کا تعلق پریشانی کا باعث بنا رہا۔ درحقیقت فطری سائنس اور تاریخ میں بنیادی فرق موجود ہے۔ روایتی تاریخی مطالعات نے حقائق کی صداقت اور سائنسی معروضیت برقرار رکھنے کا دعویٰ تو کیا ہے، لیکن ہم یہ کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں کہ مؤرخین جب واقعات بیان کرتے ہیں تو واقعات کا بیان "بیانیہ" (Narration) کے اصولوں کی پیروی کرتا ہے اور یہ اصول و ضوابط سائنسی طریق کار سے مختلف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ نگاری سائنسی علوم کی بجائے ادب کے زیادہ نزدیک محسوس ہوتی ہے، کیوں کہ "بیان" معنی پیدا کرنے کا لسانی طریقہ ہے۔ سائنسی معنوں میں حقائق کی معروضیت کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے جب کہ تاریخی واقعات کے بیان میں یہ مکمل طور پر ممکن نہیں، کیوں کہ یہ بیانات شخصی خصوصیات پر زور دیتے ہیں اور واقعات کی موضوعی وضاحت کے بھی متقاضی ہوتے ہیں۔[۲]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

اس سلسلے میں ڈاکٹر مبارک علی تاریخ نگاری کے لیے تین عناصر اہم سمجھتے ہیں۔" اوّل واقعات، دوم اِن واقعات کو جانچنے پرکھنے کی شہادت اور سوم اِن واقعات کے بارے میں مورخ کی تنقید، تفسیر یا تاویل"[۳]، کیوں کہ محض واقعات کو سَنہ وار بیان کرنے سے تاریخ کی اہمیت واضح نہیں ہوتی اور نہ ہی اِس سے تاریخی شعور پیدا ہوتا ہے۔

ذیل میں تاریخی بیانیے کی ادبی نوعیت کے حوالے سے جارن ریوزن(۱۹۳۸ء، Jorn Rusen) اور ڈیوڈ کا (۱۹۴۰ء پ، David Carr) کے نظری مباحث پر روشنی ڈالی جائے گی۔ ان مصنفین کے یہ نظری مباحث ان کی تصانیف بالترتیب *History : Narration,Interpretation,Orientation* اور *History , Fiction and Human Time: Historical imagination* میں بیان ہوئے ہیں۔ جارن ریوزن جرمنی میں تاریخ اور تاریخی ثقافت کے ریٹائرڈ پروفیسر ہیں، ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۷ء تک وہ Institute for Advanced Study in Humanities at Science Centre of Northrhine-Weslfalia کے صدر رہے۔ وہ اپنے تاریخ نویسی کے نظریات کے حوالے سے معاصر تاریخ دانوں میں ممتاز مقام کے حامل ہیں اور تاریخ نگاری کی تحقیق کے حوالے سے بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جب کہ ڈیوڈ کار امریکہ کے مشہور محقق، فلسفی اور ایموری یونیورسٹی کے ریٹائرڈ پروفیسر ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی کی یورپین فلاسفی، تاریخی فلسفہ اور ایڈمنڈ ہسل Edmund Hussel کے فلسفہ کے مختلف پہلوؤں کی کھوج ان کی تحقیق کے خاص میدان ہیں۔ تاریخی فلسفہ اور تاریخ نگاری کی تحقیق کے حوالے سے بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

ریوزن کا خیال ہے کہ کسی بھی تاریخی علم کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے پہلے تاریخی بیانیے کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ تاریخی بیانیہ، وقتی تجربے کی یاد کو متحرک کر کے کسی بھی دور میں عملی زندگی کو ایک خاص سمت دینے کا عمومی عمل ہے۔

ریوزن کے خیال میں تاریخی بیانیے کی اصل حقیقت درج ذیل تین خصوصیات میں مضمر ہے۔

۱. تاریخی بیانیے کا تعلق تاریخ نویس کی دماغی صلاحیت سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ گزشتہ وقت کے تجربے کو متحرک کرتا ہے تاکہ موجودہ زمانے کا تجربہ قابلِ فہم ہو جائے اور مستقبل کی تلاش ممکن ہو سکے۔

۲. تاریخی واقعات کا بیان تسلسل کے تصور کے ذریعے زمانے کی ان تین جہتوں ؛ ماضی، حال، مستقبل، کے اندرونی اتحاد کو منظم کرتا ہے۔ یہ وقت کے تجربے کو انسانی ارادوں اور توقعات سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ ایسا کرنے سے ماضی کا تجربہ موجودہ زندگی کے حسبِ حال ہو جاتا ہے۔

۳. بیان کی روانی ایسی ہو کہ اس کی مدد سے قاری یا سامع اپنی اور اپنے اردگرد کی دنیا کی وقتی تبدیلی سے ہم آہنگ ہو سکیں۔

ان تین خصوصیات کے ذریعے تاریخی حکایات عملی زندگی کی جانچ پرکھ کو وقت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی واقفیت فراہم کرتی ہیں، جس کے بغیر انسانوں کے لیے اپنا راستہ تلاش کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔

دراصل تاریخی شعور موجودہ زندگی کے اصل حالات کو ایک مخصوص سمت دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ موجودہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ ماضی کے حقائق سے کام لے کر مؤرخین کی مدد کرتا ہے۔ اس کے بغیر حقائق کے اسباب و علل کی وضاحت بے سود ہوگی۔

AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Dec-2023.
Page no: 159-171

تاریخی شعور ایک کلیدی عنصر کے طور پر کام کرتا ہے جو انسان کو موجودہ زمانے کا عملی تصور دیتا ہے۔ یہ تصور انسانی سرگرمی کی رہنمائی کرنے والے ارادوں میں اہم حیثیت کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے ماضی کو تجربے کے آئینے کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، جس میں موجودہ زندگی کی عکاسی ہوتی ہے اور اس کی دنیاوی خصوصیات کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تاریخ ماضی کی حقیقت کی آئینہ دار ہے، جس کی مدد سے ہم موجودہ زمانے کو صحیح طور پر سمجھنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کے بارے میں بھی قیاس آرائی کر سکتے ہیں۔ ریوزن اس بات کے قائل ہیں کہ تاریخی شعور تصوراتی ہونا چاہیے، جس کو انسانی ذہانت کے عمل کے طور پر اس طرح سے تشکیل دیا جائے کہ موجودہ حقیقت کو سمجھ داری سے پیش کرے اور مستقبل کے بارے میں کسی نقطہ نظر کو تیار کرنے کے قابل ہو۔ تاریخی شعور چونکہ ماضی کے تجربے سے متعلق ہے، اس لیے اس کی وجہ سے ہمیں زمانے کی ان عارضی تبدیلیوں کا پتا چلتا ہے جن سے ہماری زندگیاں دوچار ہوتی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ ماضی، حال اور مستقبل میں ایک معنی خیز جوڑ ہے۔

تاریخی بیانیے کے عمل کو سمجھنے کے لیے ریوزن نے اپنی تصنیف میں اس کی چار اقسام گنوائی ہیں۔

۱۔ روایتی بیانیہ

۲۔ مثالی بیانیہ

۳۔ تنقیدی بیانیہ

۴۔ جینیاتی بیانیہ

ان اقسام کو ایک جدول کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔[۴]

تاریخی بیانیے کی اقسام

	یاداشت	تسلسل	شناخت	وقت کی حیثیت
روایتی بیانیہ	موجودہ روایات کی قدیم شروعات	قدیم روایات کا استعمال	دیے گئے تہذیبی زاویوں کی تصدیق	وقت کی جادوانی حیثیت
مثالی بیانیہ	عمومی قوانین کو بیان کرتی مثالیں	مختلف نظامِ زندگی کی زمانی تصدیق	قوانین کے عمومی زمانی تجربات	وقت کی تکوینی توسیع
تنقیدی بیانیہ	موجودہ زندگی کے مسائل سے روگردانی	مجوزہ خیالات میں تبدیلی	شناخت کے موجودہ زاویوں کی نفی	وقت کی منصفانہ حیثیت

جینیاتی بیانیہ	زندگی کے ارتقا کا سفر	زندگی کے استقلال کے لیے ترقی	خود شناسی کے عمل کے لیے پائیداری اور تبدیلی کی ہم آہنگی	وقت کی زمانی حیثیت

ا۔روایتی بیانیہ:

انسانی زندگی کے ہر شعبے کو روایات نے متاثر کیا ہے۔روایات کو بالکل رد کرنا ممکن نہیں، ورنہ معاشرہ اپنی بنیادیں کھو دے گا۔اس ضمن میں روایتی بیانیہ،روایات کو انسانوں کے لیے مشعلِ راہ قرار دیتا ہے،کیوں کہ روایات عملی زندگی کی سمت متعین کرنے کے لیے ناگزیر عنصر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کا انکار معاشرتی بگاڑ کی طرف لے جاتا ہے۔مؤرخین کا تاریخی شعور ان روایات کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔جب تاریخی شعور ہمیں روایات سے آگاہ کرتا ہے تو یہ ہمیں فرائض کی ابتدا(Origins)اور تکرار کی یاد دلاتا ہے۔یہ ماضی کے واقعات کی شکل میں ٹھوس اور حقیقی صداقت کو ظاہر کرتا ہے۔روایتی بیانیے کی دوسری مثالیں وہ نجی کہانیاں بھی ہوسکتی ہیں جو افراد ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ روایات تاریخی شناخت کی وضاحت کرتی ہیں۔خود انحصاری اور خود شناسی کے پہلے سے طے شدہ ثقافتی نمونوں کی توثیق کرتی ہیں اور شناخت کی تشکیل کو ایک عمل کی صورت میں ظاہر کرتی ہیں۔اخلاقی اقدار کے لیے بھی روایات کی اہمیت واضح ہے۔روایتی تاریخی رجحانات، اخلاقیات کو بھی روایت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

۲۔مثالی بیانیہ:

عملی زندگی میں کسی خاص سمت کے تعین کے لیے روایات اپنے عمومی طرز کی وجہ سے بیانیے کے لیے کافی نہیں سمجھی جاتیں،کیوں کہ وہ اپنے تجرباتی مواد میں محدود ہوتی ہیں، اور اصول و قواعد کے انضمام کا مطالبہ کرتی ہیں۔یہ اصول وقت کے متنوع تجربات کا احاطہ کرتے ہیں ۔لہٰذاان روایات کو اس تنوع سے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے۔۔اس مقصد کے لیے مثالی بیانیے کو بہتر استعمال کیا جاسکتا ہے،کیوں کہ وہ اس رشتے کو قائم کرتا ہے۔مثالی بیانیے میں ان تجریدی اصولوں کو خاص بنایا جاتا ہے اور ایسی کہانیاں سنائی جاتی ہیں جو کسی خاص معاملے میں قواعد وصداقت کو ظاہر کرتی ہیں۔مثالی بیانیہ عام اصولوں پر عمل درآمد کا مظاہرہ کرتا ہے۔یہ واقعہ نگاری کی مدد سے اصول و قوانین کی اہمیت کو بہتر واضح کرتا ہے۔اس کی مدد سے ایک عام قاری ماضی، حال اور مستقبل کے تسلسل اور بیانیے کی یاداشت اور شناخت سے بدرجہ اتم آگاہ رہتا ہے۔ریوزن کے خیال میں مثالی بیانیہ ایک مشہور قدیم مقولے کی ترجمانی کرتا ہے۔

"History is the teacher of life"

ہم کہہ سکتے ہیں کہ مثالی بیانیے میں صرف روایات کا بیان ہی نہیں کیا جاتا بلکہ استدلال سے کام لیا جاتا ہے۔اس قسم میں یہ پتا چلتا ہے کہ کیا عمل کرنا ہے اور کس سے باز رہنا ہے؟ یہاں تاریخی شعور ماضی کے تجربے سے معاملات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جو دنیاوی تبدیلی اور انسانی طرزِ عمل کے قواعد کی نمائندگی کرتا ہے۔تاریخی فکر کے اس انداز میں وقت کے تجربے کے افق کو نمایاں طور پر بڑھایا گیا ہے۔اس قسم میں تاریخی شناخت اور شعور کو تدبر کی شکل دی جاتی ہے اور خصوصی قواعد سے عام اصول اخذ کرنے اور انہیں دوسرے معاملات میں لاگو کرنے

کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تاریخی عمل میں اس طرح سے آگے بڑھتے ہوئے اس طرح کا تاریخی شعور اخلاقی استدلال کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاریخ خود مختلف حالات پر مختلف اصولوں کے اطلاق کے ذریعے اخلاقی دلائل کی تعلیم دیتی ہے۔ [۵]

۳۔ تنقیدی بیانیہ:

تنقیدی بیانیہ قدیم روایات، اصولوں اور قوانین کی نفی کرتا ہے روایتی بیانیے کو تبدیل کرتا ہے اور نئے طرزہائے بیان کی راہ کھولتا ہے۔ تنقیدی بیانیہ ایسی پرانی طرزوں سے روگردانی کرتا ہے جن پر آج مختلف سوالات اٹھ رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تنقیدی بیانیے کے تسلسل کی فطرت عجیب ہے، کیوں کہ اس کا حال ماضی کی نفی پر استوار کیا گیا ہے۔ تنقیدی بیانیہ ردشدہ روایات کا امین ہے۔ اس قسم کی فیصلہ کن دلیل یہ ہے کہ تاریخ کی روایت کے سلسلے میں ہم اس کے "پابند معیار" کے مطابق کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے، ہمارے نزدیک یہ ایک قدیم کہانی ہی ہوتی ہے جس کی موجودہ عمل اور حقیقت سے کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ روایت کا سرے سے ہی انکار کر دیا جائے، اگر روایت قبول کرنے سے انکار کرنا ہو تو مؤرخین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی ایک نئی تشریح پیش کریں، جو تاریخی استدلال کے ذریعے روایت کو رد کرے۔ صرف یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ "روایت غلط ہے"، لیکن اس کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت اکٹھے کرنا ضروری ہیں۔ اس کے لیے تنقیدی تاریخی دلائل سے کام لے کر، اس دلیل کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ مذکورہ روایت کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔

ریوزن اپنی تصنیف میں بیانیے کی اس قسم کے بارے میں بات کرتے ہوئے مؤرخین کو مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ردِروایت کے لیے ایک نظریاتی تنقید تیار کی جاسکتی ہے، جس سے تاریخ کا رخ موڑا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے تنقیدی بحث کے دوران مذکورہ روایت کی جگہ مختصراً "جوابی کہانی" (Counter Story) بیان کی جاسکتی ہے۔ ریوزن مزید کہتے ہیں کہ یہاں تاریخی شعور ماضی کے ایک خاص قسم کے تجربے کو ڈھونڈتا ہے اور متحرک کرتا ہے۔ تنقیدی بیانیے میں اس طرح کے دلائل روایات کی نفی کا اظہار کرتے ہیں۔ مصنف کا یہی تنقیدی شعور، قارئین کے لیے کردار سازی اور خود شناسی کے ذریعے نہ صرف خود کو جاننے کا موقع فراہم کرتا ہے، بلکہ ان کے تاریخی شعور کو جلابخش کر روایت کی نفی سے ماضی کے حقائق کی پہچان کو بھی واضح کرتا ہے۔ مصنف کے تنقیدی دلائل، قاری کو بھی نئی سوچ کی راہ پر گامزن کرتے ہیں اور ان میں اپنی شناخت قائم کرنے کی روش پروان چڑھتی ہے۔

۴۔ جینیاتی بیانیہ:

اس قسم میں مؤرخین کا استدلال یہ ہوتا ہے کہ "وقت بدل چکا ہے۔" جس طرح روایتی یا مثالی اقسام میں روایات کی پاسداری کی جاتی ہے، یا پھر تنقیدی قسم میں ایسی روایات کی نفی کرکے ان کو نظر انداز کی جاتا ہے۔ اس کے برعکس بیانیے کی جینیاتی قسم میں روایت کو تو قبول کیا جاتا ہے، لیکن اس کو تشریح و تعبیر کے فریم ورک میں رکھا جاتا ہے۔

جینیاتی بیانیہ روایات کی نفی اوران کے اثبات کی سرحد سے آگے، تبدیلی کی اصل اہمیت کو بیان کرتا ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ انسان اور معاشرے میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تاکہ قارئین وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ قدم ملا کے چل سکیں۔ جینیاتی بیانیہ تسلسل کو ترقی کی صورت میں دیکھتا ہے، جس میں زندگی کی تبدیلی ہی زندگی کے استحکام کی بنیاد ہے۔[۶]

جس طرح موجودہ دور میں پرانے اصول و قواعد اپنا جواز کھو کر نئی طرز اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہمارا رویہ بھی ماضی سے تبدیل ہو جائے۔ یہ متحرک ارتقا کا عمل سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم میں ماضی کے واقعات کو ماضی کا حصہ بننے دیتے ہیں، تاہم اس کے ساتھ ہی اسے ایک اور مستقبل عطا کرتے ہیں۔ یہ خود ہی تبدیلی ہے جو کہ تاریخ کو اس کے معنی دیتی ہے۔ یہ جدید تاریخی سوچ کی ایک قسم ہے جو ترقی کی ایک قسم کے طور پر تشکیل دی گئی ہے۔

بیانات میں اشتراک

مندرجہ بالا مباحث سے ایک عقلی سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ ان چاروں بیانیوں میں کیا قدر مشترک ہے؟ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ ایک دوسرے سے منفرد ہیں مگر یہ ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے، بلکہ ان کا ایک باہم تعلقِ مسلسل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخی عمل میں یہ چاروں بیانیے پائے جاتے ہیں جو باہم مل کر عملی زندگی کو وقت کے ساتھ تاریخی واقفیت فراہم کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ روایتی سے مثالی تک اور مثالی سے جینیاتی تک یہ بیانیے ایک عقلی جدت کا سفر طے کرتے ہیں۔ ہم ان عناصر کے مابین پیچیدہ تعلقات کی تشکیلِ نو کر سکتے ہیں تاکہ تاریخی شعور اور عقلی خصوصیات کی نشان دہی کی جا سکے۔

تاریخی شعور ان اخلاقی اقدار کو دنیاوی تغیرات مثلاً "روایات، اخلاقیات، ترقی کے تصورات اور وقت کے فہم کی دوسری صورتوں وغیرہ میں بدل دیتا ہے۔ تاریخی عمل کے لیے مؤرخ کا تاریخی شعور ایک ضروری شرط ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی تاریخ نگار تاریخی واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے اور ان کی معقول وضاحت کے قابل نہیں ہو سکتا۔ در اصل تاریخی شعور موجودہ زندگی کے اصل حالات کو ایک مخصوص سمت دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ موجودہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ ماضی کے حقائق سے کام لے کر مؤرخین کی مدد کرتا ہے۔ تاریخ دان زور دیتے ہیں کہ تاریخی شعور تصوراتی ہونا چاہیے، جس کو وقوفی عمل کے طور پر اس طرح سے تشکیل دیا جائے کہ موجودہ حقیقت کو سمجھ داری سے پیش کرے اور مستقبل کے بارے میں کسی نقطہ نظر کو تیار کرنے کے قابل ہو۔ تاریخی شعور چونکہ ماضی کے تجربے سے متعلق ہے، اس لیے اس کی وجہ سے ہمیں زمانے کی ان عارضی تبدیلیوں کا پتا چلتا ہے جن سے ہماری زندگیاں دوچار ہوتی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ ماضی، حال اور مستقبل میں ایک معنی خیز جوڑ کا نام ہے۔[۷]

تاریخی واقعات کو ادبی سانچوں میں ڈھال کر بیان کرنا در اصل ذہنی عمل کا ایسا نظام ہے جو مؤرخین کے تاریخی شعور کی وضاحت کرتا ہے۔ مؤرخ اپنی ذہنی اہلیت کے مطابق ماضی تک رسائی حاصل کرتا ہے، یعنی کہ مؤرخ کا تاریخی شعور اس کی ذہنی استعداد پر منحصر ہے۔ وہ اسی سے کام لے کر ماضی کے واقعات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھتا اور لسانی طریقوں سے بیان کرتا ہے۔ اس کی یہی قابلیت اور صلاحیت تاریخ نگاری کا رشتہ ادب سے جوڑتی ہے۔

AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Dec-2023.
Page no: 159-171

تاریخی بیانیے کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کہ تاریخی حقائق کے بیان میں معروضی حقائق کی موضوعی وضاحت بھی کی جاتی ہے۔لہٰذا تاریخی مطالعات میں یہ دیکھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ تاریخی حقائق کی موضوعی وضاحت کہاں کہاں اور کیوں کر کی گئی ہے؟ تاریخی علوم میں معروضی حقائق کی موضوعی وضاحت کے بارے میں کسی بھی حتمی رائے تک پہنچنے سے پہلے ضروری ہے کہ معروضیت کی اصطلاح سے واقفیت حاصل کی جائے۔جارن ریوزن معروضیت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "Objectivity is a criterion of validity which renders historical thinking and historiography plausible; that is, it is a certain form of a truth claim, closely related to the rationalization of historical thinking and its academic—not to say scientific—character."[8]

بیانیہ اور معروضیت تاریخی علوم کی دو متضاد خصوصیات سمجھی جاتی ہیں۔بیانیہ کا زمرہ(Category) تاریخی مطالعات کو ادب کے قریب لاتا ہے۔اس میں تاریخ نگاری کے ادبی کردار، لسانی طریقہ کار اور اصولوں کا انکشاف کیا جاتا ہے۔یہ ہی اصول اور طریقے، تاریخی یاداشت کے ثقافتی طریقوں میں تاریخ کو ماضی کی بامقصد اور عقلی نمائندگی کے طور پر تشکیل دیتے ہیں۔اس کے برعکس معروضیت ایک ایسا زمرہ ہے جو تحقیقی طریق کار کے ذریعے حاصل ہونے والے خاص قسم کے تاریخی علم کو ظاہر کرتا ہے۔یہ تاریخی حقائق کے خود مختارانہ(Arbitrary) معنی کے حوالے سے مستحکم جواز پیش کرتا ہے۔دراصل معروضیت تاریخی علوم کی عمومی صداقت ہے جو ماضی کے تجربے سے حاصل ہونے والے ادراک اور شعور پر مبنی ہوتی ہے۔مابعد جدیدیت کے تنقیدی مباحث نے اس رویے کو لسانی طریقہ کار کو چھپانے، False Consciousness کی حیثیت سے تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جو موجودہ دور کی ثقافتی زندگی کو ماضی کے حقائق کی روشنی میں پرکھتا ہے اور ذہنی تعمیر کے طور پر مخصوص نوعیت کی تاریخ تشکیل دیتا ہے۔اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ پرانے نظریات، مؤرخین اور قارئین کے تعلق پر زور دیتے تھے اور ایسے اخلاقی اصولوں پر مرتکز ہوتے تھے، جو ماضی کو حال کے لیے اہم بناتے تھے اور ماضی کی نمائندگی کو ایسے اخلاقی پیغام میں ڈھال دیتے تھے جو مخاطب افراد کو عملی انسانی زندگی کے اصولوں کو سمجھنے اور انہیں نبھانے کے قابل بناتے تھے۔تاریخی مطالعات کے جدید مباحث نے اس اخلاقی رویے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا اور مؤرخین اور ماضی کے تجربے کے درمیان تعلقات پر زور دیا۔مؤرخین نے عقلی طریقہ کار کے ذریعے تاریخی تجربے کو ظاہر کرنے کے لیے پیشہ ورانہ افراد کی حیثیت سے اپنی قابلیت کو واضح کیا۔[9] تاریخی سوچ کی اس نئی عکاسی نے روایتی معروضی رویے کو بنیادی نقصان پہنچایا۔یہ ہی وجہ ہے کہ پیشہ ور مورخین نے ہمیشہ تاریخی حقائق کی اپنے ادراک سے وضاحت کے بارے میں نمائندگی پر بے چینی محسوس کی ہے۔اگرچہ وہ اس مخصوص اصول کو کسی اور، ایسی چیز میں تبدیل کرنے سے قاصر رہے ہیں، جو ایک ہی وقت میں تاریخ کے بارے میں سائنسی نقطہ نظر، تاریخی سوچ اور ادراک کے طریقہ کار کی خصوصیت کے مطابق ہو۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخی مطالعات کی موجودہ صورتِ حال غیر واضح اور مبہم ہو چکی ہے۔تاریخی مطالعات میں ایک طرف تاریخی سوچ کے ایک اصول کے طور پر "بیانیہ" کا عمل دخل ہے، جو کہ تاریخی نمائندگی کرنے میں کسی بھی سائنسی معروضیت کو منطقی طور پر روکتی ہے۔اس کے برعکس دوسری طرف پیشہ ورانہ مؤرخین کے ابھی بھی، ان کے دعوے کے مطابق ان کے قائم کردہ عقلی و تحقیقی طریقِ کار موجود ہیں، جن کی مدد

سے وہ تحقیق اور تاریخ نگاری کے اپنے کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صداقت ہمیشہ سے ہی تاریخ نگاری کا خاصہ رہی ہے۔ ابتدا میں تاریخی مطالعات کے روایتی بیانیے میں صداقت کو مؤرخین کے اخلاقی رویے کے طور پر تصور کیا گیا تھا۔ ماضی کی پیش کش میں غیر حقیقی یا افسانوی عناصر کے استعمال کو غیر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ بنیادی طور پر تاریخ دانوں کی سادہ سی سوچ تھی کہ "ماضی کے بارے میں سچ بتانا ہے"، لیکن موجودہ دور میں میٹاہسٹری میں ماضی کو سمجھنے کے لیے اور اس علم کو انسانی زندگی کے حالیہ امور اور اس کے مستقبل کے تناظر میں لاگو کرنے کے لیے رہنما اصول کے طور پر معروضی حقائق کی وضاحت کی حدود طے کی گئیں۔ تاریخ چونکہ زندگی کے افق سے آگے کے تجربے کو جمع کر کے انسانی زندگی کے اصولوں کی تعلیم دیتی ہے، اس لیے اس بات کی توثیق کی گئی کہ تاریخی نمائندگی کے بارے میں باقاعدہ فیصلہ سازی کی جائے۔ عام زندگی کے اصولوں کے مطابق عملی زندگی کو ترتیب دینے کی اہلیت، جو جمع شدہ تجربے سے حاصل ہوئی تھی، تاریخ اس عملی اور اخلاقی تربیت کو منظم اور اخلاقی قابلیت کے ذریعے سامنے لانے یعنی آشکار کرنے کے قابل ہے۔ ایک بیانیے کی صورت میں ماضی کا تجربہ بیان ہوتا ہے، جس میں انسانی سرگرمیوں کے عام اصولوں کی شکل میں اہم پیغام موجود ہوتا ہے۔ ماضی کے تجربے اور صداقت کے دعوے کو سمجھنے کی مثال قدیم بزرگوں کی دانائی سے دی جاسکتی ہے، کیوں کہ ان کی طویل عمروں کی وجہ سے ان کے اذہان میں ان کی زندگی کے بارے میں بہت سے تجربات شامل ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ اس بات کے اہل ہوتے ہیں کہ اپنے سماجی حلقوں کی موجودہ زندگی کے بارے میں کوئی خاص سمت متعین کر سکیں۔ زندگی کو کوئی خاص سمت دینے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تجربات کی روشنی میں عملی مسائل کو سمجھنا اور ان کو نمٹانا۔ معروضیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ ماضی کے تجربے سے تاریخی نمائندگی کا ایک خاص تعلق ہے۔ یہ تعلق بنیادی طور پر اصولوں کے ذریعے نہیں، بلکہ تحقیق کے عملی طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے۔[۱۰]

تاریخ، وقت کی مختلف جہتوں (Dimension) میں اصل انسانی دنیا ہی ہے۔ یہ دنیا کی پیش گوئی (Pre figuration) ہے جو مؤرخین کو ماضی کو بیانیے کی صورت میں پیش کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اس ساری گفتگو کے بعد اس نتیجے پر پہنچا جاسکتا ہے کہ تاریخ دراصل انسانی دنیا کی ایک دنیاوی حقیقت ہے۔ یہ مؤرخین کے حاصل کردہ ماضی کے تجربے اور وقتی تبدیلیوں کا ایک اندرونی تعلق ہے۔ مؤرخین کے لیے اپنی تاریخ نگاری میں انسانی دنیا کی اس قدیم تاریخی ساخت کی نمائندگی کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے، تاکہ وہ یہ بتانے کے قابل ہو سکیں کہ واقعتاً یہ تجربہ کیسا رہا ہے؟

اس حقیقی تاریخ کا انکشاف ایک ایسے علمی طریقہ کار میں کیا جاتا ہے، جس کا ادراک صرف پیشہ ورانہ محققین ہی کر سکتے ہیں۔ ماضی میں ہونے والے واقعات اور تبدیلیوں کا وقتی تسلسل انسانی دنیا کے گہرے ڈھانچے کا مظہر ہے۔ تاریخ کے نام سے یہ ڈھانچہ انسانی دنیا کی وقتی تبدیلی کی متحرک قوتوں کے ذریعے سامنے لایا جاتا ہے۔ یہ وہ متحرک قوتیں ہیں جو تاریخ کی حقیقت کو نظریاتی طور پر تشکیل دیتی ہیں۔ تاریخی تجربے میں واقع اس حقیقت کو ماضی کے منتخب واقعات (relicts) کے بیانیے میں تحقیقی طریقہ کار کے ذریعے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ اور تاریخی تحقیق کی عقلیت کا ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے۔ یہ وقوفی عمل کی علمی پیش گوئی ہے۔ معروضیت کے پر وقار (Prestigious) دعوے کے ساتھ

مؤرخین اپنے پیشے کو قوم کے پیشوا یا رہنما کی حیثیت سے استعمال کر سکتے ہیں، کیونکہ انسانی ذہن ماضی میں ہونے والے واقعات اور وقتی تبدیلیوں کی روشنی میں اصل حقیقت کا انکشاف کر سکتا ہے۔"[11]

دراصل تاریخ کا مطلب ہے کہ انسانی دنیا نظریاتی طور رذہنی قوتوں (نظریات) کے ذریعے تشکیل دی گئی ہے جو انسانی سرگرمیوں کے ارادے کے ذریعے کام کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ وہ ہی ذہنی قوت ہے جو اپنے ادراکی ذوق سے انسانی ذہن کو ماضی کی توجیہہ کی طرف اپنی بصیرت سے متحرک کرتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ بذاتِ خود مؤرخین کے ذریعے بات کرتی ہے۔ تاریخ نگاری تاریخ کی داخلی حقیقت کی حیثیت سے انسانی زندگی کی ایک روایتی جامع صورت کی نمائندگی کرتی ہے۔ معروضیت کا بھی یہ ہی مطلب ہے۔ کیوں کہ تاریخ کی اصل مطابقت معروضیت اور موضوعیت کے درمیان ہے۔

یہاں تاریخی معروضیت کے فلسفیانہ مضمرات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ یہ تحقیقی طریقہ کار اور قواعد وضوابط کے مطابق ماخذات کی وضاحت کے لیے واضح خطوط متعین کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریخ کے تصور کو انسانی سرگرمیوں کے ذریعے تشکیل پانے والی انسانی دنیا کی وقتی اور دنیاوی تحریک کے طور پر بھی لاگو کرتا ہے۔ معروضی حقائق سے حاصل ہونے والا تاریخی علم ثقافتی رجحان کے طور پر بھی کام کر سکتا ہے۔ یہ ماضی کی وقتی تبدیلی کے تناظر میں لوگوں کی اجتماعی شناخت کے ساتھ ساتھ مستقبل کے نقطہ نظر کو جنم دیتا ہے۔

تاریخ میں معروضی حقائق کے بیان میں موضوعاتی عناصر کی موجودگی کے بارے میں ہمیشہ سے متنازعہ مباحث ہوتے رہے ہیں۔ بہت سے مؤرخین اپنے علمی کام میں موضوعاتی وضاحت کی شمولیت سے آگاہ تھے، لیکن وہ اس شمولیت کو بیرونی اضافے کے طور پر نہیں، بلکہ خود اپنی تصنیف کے جزو یا عنصر کے طور پر، اس کے داخلی ڈھانچے کی حیثیت سے تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے موضوعی وضاحت میں مؤرخین کی شمولیت کو معروضیت کی مخالفت کے طور پر نہیں دیکھا، بلکہ اس کے برعکس تاریخی معروضیت کے طور پر ہی گردانا۔

معروضیت کے تصور میں خاص بات یہ ہے کہ تاریخی بیانیے صرف حقیقت کے عکاس ہوتے ہیں، جن میں مؤرخ انسانی ذہن کی علمی صلاحیتوں کو ایک مخصوص انداز میں استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے مؤقف کو عام کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس سے سیاسی سیاق وسباق میں متنازعہ مفادات کو جامع مفاد میں ضم کیا جا سکتا ہے۔ اس تناظر میں ماضی میں انسانی دنیا کی تبدیلی مستقبل کی سمت کی نشان دہی کرتی ہے۔ ترقی کے اس جامع تناظر اور رجحان کی بصیرت یہ ہے کہ مؤرخین کو اقتدار کی جدوجہد سے تجاوز کر کے مشترکہ سمت متعین کرنے کے قابل بنائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تاریخی ادراک دراصل ایک وقوفی عمل (Cognitive Procedure) ہے، جس کے دو پہلو ہیں۔

۱) معروضی پہلو، جو کہ ماضی کے تجربے سے متعلق ہے۔

۲) موضوعی پہلو، جو زندگی کے مسائل کی نشان دہی اور ان کے حل سے متعلق ہے۔"[12]

دونوں پہلو ہی وضاحت کے عملی کام میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ وہ وضاحت ہے جس کے ذریعے ماضی کے تجرباتی شواہد کی ٹھوس معلومات اپنی مخصوص تاریخی خصوصیت کو حاصل کرتی ہیں اور تاریخی بیانیے کے ڈھانچے میں ضم ہو جاتی ہیں، جس کے اندر وہ ثقافتی رجحان کے ایک عامل کے طور پر کام کر سکتی ہیں۔ حقائق کی تعبیر و وضاحت اس بیانیے کی بناوٹ میں موضوعیت کا باعث بنتی ہے۔ دراصل معروضیت اور موضوعیت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ کیوں کہ تاریخی وضاحت بنیادی طور پر بیانیہ کی پابند ہے۔ اور اسے معروضیت کی نفی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

درج بالا مباحث سے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ ہر مؤرخ اپنے نقطہ نظر سے ہی ماضی کو دیکھتا اور پرکھتا ہے۔ اسی بنیاد پر وہ ماضی کے دستیاب حقائق میں سے مخصوص معلومات کا انتخاب کرتا ہے اور اپنے تاریخی عمل میں، ان منتخب معلومات کی اپنے انداز، فہم اور بصیرت سے وضاحت بھی کرتا چلا جاتا ہے اور تاریخی عمل، ثقافتی ڈسکورس کا ایسا حصہ بن جاتا ہے، جس کے ذریعے انسانی دنیا میں ثقافتی رجحان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور تاریخ، ماضی کی نمائندگی کے طور پر روزمرہ زندگی کا حصہ بننے کی صلاحیت اور اہلیت کو حاصل کرتی ہے، لیکن تاریخی معروضیت تاریخ اور زندگی کے ناگزیر انضمام کے مخالف کردار ادا کرتی ہے اور اس انضمام کے برعکس ظاہر ہوتی ہے۔

تاریخی بیانیے میں معروضی حقائق کی موضوعی وضاحت کے علاوہ اس میں تخیل کی کارفرمائی بھی موجود ہوتی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک مورخ کی ذمہ داری ماضی کے بارے میں سچ بتانا ہے۔ یہ ہی چیز تاریخ نگار کو افسانہ نگار سے ممتاز کرتی ہے، جو اس ذمہ داری سے مبرا ہوتا ہے۔ دراصل تاریخ کا تعلق ان واقعات سے ہوتا ہے جو ماضی میں وقوع پذیر ہو چکے ہوتے ہیں، جب کہ افسانے میں تصوراتی واقعات کی تصویر کشی ہوتی ہے، یعنی کہ وہ چیزیں جو کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔ چوں کہ افسانہ نگار بیانیے میں ماہر ہوتا ہے، اس لیے وہ حقیقی دنیا کی منظر کشی کا کوئی دکھاوا نہیں کرتا، لیکن جب بیانیے کو کسی خاص ضابطے کا پابند کیا جائے، جس کا مقصد حقیقت کی تصویر کشی کرنا ہو، تو وہ مشکوک ہو جاتا ہے۔ اگر تاریخ کی طرح اس کا واسطہ اس حقیقت سے ہو جو مزید موجود نہ ہو، جیسا کہ ماضی، تو اس پر شبہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ تاریخ نگاروں پر تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے واقعات کی اس طرح سے نمائندگی نہیں کی جیسا کہ وہ حقیقت میں وقوع پذیر ہوئے، بلکہ واقعات کو، ایک اچھی کہانی بنا کے، اس طرح سے پیش کیا، جیسا کہ انھیں ہونا چاہیے تھا۔ ایسا شاید اس لیے ہے کہ پہلے سے ہی یہ تصور کر لیا گیا ہے، کہ تاریخ جمالیاتی نہیں بلکہ سیاسی اور نظریاتی اصولوں کی پاسداری کرتی ہے، لیکن اپنے بیانیے کی وجہ سے، تاریخ نگاروں کے اس صداقت کے دعوے کو، کہ وہ تخیل نہیں بلکہ حقیقت ہے، مکمل طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ڈیوڈ کار زور دیتے ہیں کہ تاریخ تخیل اور حقیقت کے مرکب کی حیثیت سے پہچانی جانی چاہیے۔[۱۳]

ڈیوڈ کار اپنی بات کی توثیق کے لیے ہیڈن وائٹ (Hayden White) کے مقالے "The Value of Narrativity in the Representation of Reality" کا حوالہ بھی دیتے ہیں، جس میں ہیڈن وائٹ قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تاریخ میں حقیقی واقعات کو زندگی کے تصور میں مربوط، سالم، بھرپور اور نزدیک سے دکھانا صرف تخیل سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ تاریخ نگاری کے حوالے سے اکثر ناقدین کا کہنا ہے کہ تاریخی بیانیہ، کہانی سنانے کے عمل کے طور پر، حقیقی واقعات کو پیش کرنے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ ایک کہانی انسانی

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Dec-2023.
Page no: 159-171

عمل اور تجربات کو (جیسا کہ ارسطو نے کہا) ایک مکمل مربوط طریقے سے آغاز، وسط اور انجام سے ترتیب دیتی ہے۔ اس کا پیمانہ سائنسی نہیں، بلکہ جمالیاتی ہے۔ یہ تخلیق کا تخیلاتی عمل ہے، پہلے سے دی ہوئی کسی چیز کی نمائندگی نہیں۔ جو نقاد تاریخی علم کو معروضی قرار دیتے ہیں، ان کو یہ ماننا ہو گا کہ تاریخ، علم کی معروضی قسم صرف تب ہی ہوتی ہے جب یہ اپنے ادبی پہناوے کو چھوڑ دے، لیکن تاریخ کی ادبی شکل اسے سائنسی ہونے کا دعویٰ کرنے سے روکتی دکھائی دیتی ہے۔

جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تاریخ میں تخیل، یا تخیل کے عناصر ہیں، تو یقیناً اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مورخ وہ بیانات دے رہے ہیں جن امور کے متعلق وہ اور ان کے سامعین جانتے ہیں کہ وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، اور جن کا سچا اور جھوٹا ہونا اہم نہیں ہوتا۔ مورخ یقینا حقیقی اشخاص اور واقعات کے بارے میں حقائق بتانے کا ارادہ اور دعوی کرتے ہیں۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر، مورخ کچھ ایسا کر رہے ہیں جو افسانہ نگار کرتے ہیں، یعنی ان امور کو تصور کرنا جو شاید اس طرح ہوتے رہے ہوں، نہ کہ یہ نمائندگی کرنا، کہ جیسے وہ تھے، لیکن اس کے باوجود یہ دعویٰ پھر بھی جائز نہیں ہے کہ ان کے نتائج بالکل غیر حقیقی ہیں۔[14]

کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ اپنے وسیع معنوں میں انسان اور برادری جس میں وہ رہتا ہے، کی معاشی، ثقافتی اور جمالیاتی اہمیت سے لیس ہے۔ یہ بذاتِ خود فطرت نہیں ہے بلکہ یہ وہ فطرت ہے، جس کو انسانوں اور ان کے معاشرے کے تجربوں نے دریافت کیا۔ یہ اصل انسانی دنیا ہی ہے۔ بیانیہ بھی اس کے لئے مناسب ہے، کیوں کہ بیانیے کی ساخت، انسانی حقیقت میں، پہلے سے ہی موجود ہے۔ مورخ کو گزرا ہوا وقت فطرتی وقت میں بیانیے کے عمل سے دوبارہ سے نقش نہیں کرنا ہوتا، جیسا کہ ریکور کہتے ہیں: "گزرا ہوا وقت مورخ کے آنے سے پہلے ہی وہاں موجود ہوتا ہے۔" ماضی کے متعلق کہانیاں سنانے کا مطلب، ماضی پر اجنبی ساخت مسلط کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ عمل اسی سرگرمی کو جاری رکھتا ہے جو انسان کا ماضی تشکیل دیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام تاریخی بیانیے سچے ہوتے ہیں یا کچھ بیانیے دیگر بیانیوں سے بہتر نہیں ہوتے۔ مقصد صرف اس بات کا انکار کرنا ہے کہ بیانیے کو محض اس لیے سچ نہ سمجھا جائے کہ وہ بیانیے ہیں۔ اور یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ تخیل سے پیدا ہونے ولی ہر چیز کو محض خیالی سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ تاریخ اپنے جدید مباحث میں محض ذرائع کی جانچ کرنے سے کچھ آگے کی چیز ہے۔

تاریخ نگاری میں اسی تخیل کے لیے ادبیت کی اصطلاح استعمال کی جا سکتی ہے، جسے عام طور پر معروضیت کی ضد سمجھا جاتا ہے۔ معروضی حقائق پر مشتمل معلومات سے پتا چلتا ہے کہ ایک خاص وقت پر، کسی خاص جگہ پر، کچھ خاص وجوہات کی بنا پر کسی خاص طریقے سے کچھ وقوع پذیر ہوا ہے۔ حقائق کب، کہاں، کیسے اور کیوں جیسے سوالات کے جوابات فراہم کرتے ہیں۔ یہ حقائق خود میں کوئی مخصوص تاریخی احساس، معنویت یا اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ صرف ایک مخصوص وقت اور دوسرے حقائق سے معنوی تعلق کی بنا پر تاریخی احساس حاصل کرتے ہیں۔ یہ معنوی تعلق تاریخی حقائق کی وضاحت کے ذریعے بنتا ہے۔ اس تاریخ سازی کا ادراک کرنے کے لیے تاریخی وضاحت، احساس، معنویت، اور اہمیت کے اصولوں کا استعمال کرتی ہے، جس کی حقائق سے الگ، اپنی نظریاتی حیثیت ہے۔ تاریخ نگاری میں ادبیت دراصل تاریخ نگاری میں ان عناصر کی علمی حیثیت کی نشان دہی کرتی ہے، جو حقائق کی اصل حقیقت سے ہٹ کے ہوتے ہیں۔ یہ اصطلاح تاریخی طریقہ کار کے وسیع تصور کی

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

تصدیق کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا وقوفی عمل ہے جو آخذ کی معلومات کے معنوی بیانیے کی ترتیب کو تاریخی بیانیہ میں تبدیل کرتا ہے۔ جدید تاریخی مطالعات کے طریقہ کار اب ان روایتی طریقوں سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ جو معروضیت پر مبنی ہوتے تھے اور علم و بیان و بدیع کا سہارا لے کر تاریخ نگاری کے بیانیے اور تاریخی نمائندگی کے لیے موضوعیت پر توجہ مرکوز کر رہے ہیں۔ اب تاریخی شعور کی تشکیل کے اصول جمالیاتی اور لسانیاتی نوعیت کے ہیں۔ ریوزن اس عمل کو Poetization کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں تاریخی ادراک کی یہ Poetization تاریخی وضاحت کے طریقہ کار کی اہمیت کو کم کر رہی ہے۔ پہلے یہ شاعرانہ فعل (Poetical act) تاریخی تحقیق کے وقوفی عمل میں کم سے کم شامل ہوتا تھا۔ تاریخی شعور کو بیدار کرنے کی لسانی حکمتِ عملی کے بارے میں نئی آگہی نے تاریخ نگاروں کی توجہ واپس تاریخ لکھنے کی طرف موڑ دی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخی مطالعات میں حقائق کو جب با معنی بیانیے میں شعور کے ساتھ ڈھالا جائے تو یہ عمل لسانی طریقہ کار پر انحصار کرتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] Lorina P , Repina, “Historians in Search of new ways at the border of the centuries”, Codrul Cosminului,vol. no. 19,2nd Edition,(December,2013) P. 257-268

[2] Carr,David,Experience and History: Phenomenological Perspectives on the Historical World, (America:Oxford University Press ,2014)P. 256

[۳] علی مبارک، ”اُردو میں تاریخ نویسی“، مشمولہ تاریخ سہ ماہی شمارہ نمبر ۳۲ تاریخ نویسی نمبر (جنوری ۲۰۰۷ء)، ص ۱۰۸۔

[4] Rusen, Jorn, History: Narration, Interpretation,Orientation. (New York:Berghahn Books Publisher ,2005) p. 16

[5] https://madrasadiscourses.nd.edu/module_attachments/1-3-4-تخیل-میں-مطالعات-تاریخی

[6] Rusen, Jorn, History: Narration, Interpretation,Orientation. (New York: Berghahn Books Publisher ,2005) p. 15

[7] Renders,Hans,Haan De,Binne, Egodocuments and History, (Bostan:Brill Acadamic Publishers,2014)p. 124

[8] Rusen,Jorn, Making Sense of History, (New York: Berghahn Books Publisher ,2005)P. 54

[9] Georg, Cr. Iggers, Historiography in the Twentieth Century From Objectivity to the Postmodern Challenge, (Hanover: Wesleyan University Press,1997) P. 87

[10] Wang,Q.Edward, A Global History of Modern Historiography,(New York: Pearson Ltd , 2008) p. 110

[11] Carr,David, “Narrative and Real World:An Orgument for Continuity”,History and Theory,Vol. 25.No.2 (May,1986)p. 117-131

[12] Bulkey,J.Peter, Historical Research Approaches to the Analysis of Internationalisation,(England: Mir2016)p. 67

[13] Carr, David. “History, Fiction and Human Time: Historical Imagination and Historical Responsbility”, Ethics of History. (Evanston:Nortwestern University Press,October 2004) p.251

[14] Carr,David, “Narrative and Real World:An Orgument for Continuity ”, History and Theory,Vol. 25.No.2 (May,1986)p. 117-131